تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 4
ستمبر: 2014
شمارہ: 9

نائب ایڈیٹر: آصف علی پرویز
ایڈیٹر: مقصود الحق
مینیجر: سید نصیر احمد

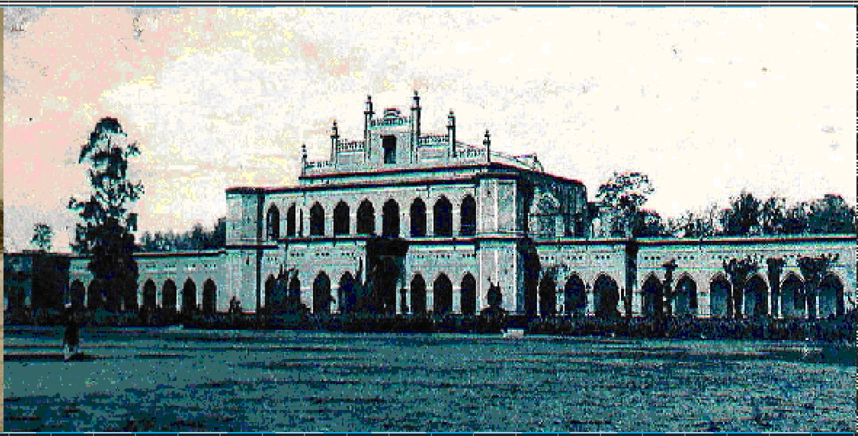

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

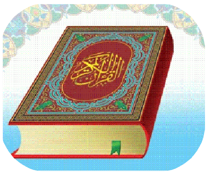

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ ۫ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾ (التغابن آیت 2)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی تسبیح کر رہا ہے۔ بادشاہت بھی اُسی کی ہے اور تعریف بھی اُسی کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(۱) کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاُ فِیۡہِ بِحَمۡدِ اللّٰہِ اَقۡطَعُ (ابن ماجہ باب خطبۃ النکاح)

ہر (قابل قدر) کام اگر خدا کی حمد وثنا کے بغیر کیا جائے تو وہ ناقص (اور بے برکت) رہتا ہے۔

(۲) کُلُّ کَلَامٍ لَایُبۡدَاُ فِیۡہِ بِحَمۡدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَجۡزَمُ (ابوداؤد کتاب الادب)

ہر (قابل قدر) گفتگو اگر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بغیر شروع کی جائے تو وہ بے اثر (اور برکت سے خالی) ہوتی ہے۔

کلام الامام

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُن کے شرارے
نہ اُن سے رک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم، ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام کو چھوڑو۔ ورنہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005ء)

کرنہ کر

☆ تو غور وفکر کی عادت ڈال۔

☆ تو مطالعہ کے وقت بالعموم بات چیت نہ کر۔

☆ تو ہمیشہ اپنی عقل اور تفقہ کی ترقی میں لگا رہ۔

☆ تو ہمیشہ دماغ سے کام لے، ورنہ وہ عضوِ معطّل یا سادھوؤں کے سوکھے ہوئے ہاتھ کی طرح ہوجائے گا۔

☆ تو محض کتاب کا کیڑا نہ بن، بلکہ عمل پر بھی زور دے۔

☆ تو ایک نوٹ بک اپنے پاس رکھ جس میں کارآمد اور قابل یاد باتیں لکھ لیا کر۔

☆ تیرے لئے روپیہ پیسہ جمع کرنے اور جائیداد بنانے سے بہتر ہے کہ اپنی اولاد کو علم سکھائے اور ان کی نیک تربیت کرے۔

☆ تو عبرت اور تجربہ حاصل کرنے کے لئے بھی سیر وتفریح کیا کر۔

☆ تو اپنے بچوں کو کسی بات کے فائدے نقصان دلائل سے سمجھا، نہ کہ محض تحکّم سے۔

☆ تو یاد رکھ کہ حفظ ماتقدّم علاج سے بہتر ہے۔

(ماخوذ از کتاب ’’کرنہ کر‘‘ مؤلفہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران سے التماس

☆ کیا آپ نے سالِ رواں 2014 کی ممبر شپ فیس (£24) ادا کردی ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم جلد ادا کردیں۔

☆ کیا آپ نے مستحق اور نادار طلبہ کی مالی اعانت کے لئے ادائیگی کردی ہے؟ اگر نہیں تو اس کار خیر میں دل کھول کر حصہ لیں۔

وصیت

(ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی)

سورج اپنی روشنی کی لو کم کرتا کرتا ڈوب چکا تھا۔ روشن دن، رات کا تاریک پیراہن زیب تن کر چکا تھا۔ ٹمٹماتے ستاروں کے درمیان چاند افسردہ اور فضا کچھ سوگوار سی تھی۔ ایسے میں مختلف یادیں اس کی چشم تصور سے گزر رہی تھیں۔ کچھ خوشی کی لڑیاں، کچھ غم کی گھڑیاں۔ زندگی کی بہت سی بہاریں وہ دیکھ چکا تھا۔ محبت کرنے والے اہل وعیال، عزیز و اقارب، دوست واحباب سبھی میسّر تھے۔ اس کی مالی حالت کچھ زیادہ مضبوط نہ تھی، قرض کا بوجھ بھی تھا جس کی اسے فکر تھی۔ ایک ہی بیٹا تھا جو ابھی کمسن تھا۔ 9 بیٹیاں تھیں جن کی ذمہ داری سے وہ عہدہ براء نہ ہوا تھا۔ اپنی کمزوری اور کم مائیگی کا ادراک، اپنے پیاروں کی محبت کی کشش، ذمہ داریوں کی فکر، مگر کوئی بھی چیز اس کے پائے ثبات میں ذرا بھی تو لغزش پیدا کرنے والی نہ تھی۔ دنیا و مافیھا اس کے لئے گویا بے حیثیت و کالعدم ہو چکے تھے۔

اسے معلوم تھا کہ اسکی زندگی کی کہانی کا صرف ایک ورق باقی رہ گیا ہے، جو صبح اسے رقم کرنا ہے۔ رات کی سیاہ چادر پر آویزاں ستاروں کے جھرمٹ میں گھرے چاند کا دلفریب منظر دوبارہ اس کی توجہ اپنی طرف مبذول نہ کرے گا۔ چند پہر بعد طلوع ہونے والا سورج اس پر کبھی غروب نہ ہوگا۔ اس کی پیاری پیاری بیٹیاں اب آخری مرتبہ اس کی نگاہوں کے سامنے تھیں۔ کچھ سوچ کر اس نے اکلوتے بیٹے کو بلایا پھر یوں گویا ہوا، جان پدر! میں خیال کرتا ہوں کہ کل میرا شمار ابدی زندگی کا جام شیریں پینے والے اوّلین خوشقسمتوں میں ہوگا۔ دنیا بھر میں تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، سوائے میرے آقا ﷺ کے۔ دیکھو میرے ذمہ قرض ہے، اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا! مزید کچھ بھی کہنے کی ضرورت اس نے نہ سمجھی۔ دنیا سے وہ ناطہ توڑ چکا تھا، اسکی توجہ اب تمام تر ایک نقطہ پر مرکوز تھی۔ اخلاص، وفا، فرمانبرداری۔ قربانی کی یہ انتہا تھی۔

انسان اپنے دوستوں سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کی سچائی اور قوت قدسی کا ایک بڑا ثبوت وہ عشّاق صحابہؓ ہیں جنہوں نے براہ راست آپ ﷺ کے خدا نما رخ روشن کو دیکھا، آپ کا زندگی بخش کلام سنا اور آپ کی گناہ سوز صحبت سے برکت پائی۔ ظالم ہیں وہ جو آپ ﷺ پر نفسانی خواہشات کی پیروی کا الزام لگاتے ہیں۔ اور بیوقوف ہیں وہ جو آپ ﷺ کو خودفریبی کا شکار قرار دیتے ہیں۔ کیا دنیاوی خواہشات کی پیروی کرنے والا یا خودفریبی کا شکار کوئی شخص صحابہؓ ایسے بے نظیر لوگ پیدا کر سکتا ہے؟ وہ کیا بات تھی جس نے صحابہؓ کے دل کامل طور پر دنیا سے پھیر دئے اور ان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ بکریوں کی طرح اپنی گردن خدا کی راہ میں کٹوا دیں؟ دنیاوی تعلقات، اہل وعیال، کاروبار، گھریلو ذمہ داریاں، جائیدادیں غرض تمام لوازماتِ زندگی صحابہؓ کو بھی لاحق تھے، لیکن کوئی بھی بات ان کے پائے ثبات میں لغزش اور ان کے ایمان میں کمزوری پیدا کرنے کا باعث نہ بنتی تھی۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کی صحبت میں خدا پا لیا تھا، آپ ﷺ کی متضرعانہ دعاؤں کو سن کر خدا نے ان کو پاک کیا، تب وہ جو صدیوں سے پوشیدہ تھا ان پر آشکار ہوا، جو دنیا سے چپ تھا ان سے ہم کلام ہوا، جو دنیا سے دُور تھا ان کا ہم رکاب ہوا۔ انہوںؓ نے اسے دیکھا، اس کے وجہہ کریم پر فریفتہ ہوئے اور ہر چیز پر اسے اختیار کر لیا۔ تب اس نے بھی انہیں ہر چیز پر اختیار کر لیا۔ اسی لئے ان کو یہ خوشخبری دی گئی کہ وہ ان سے اور یہ اُس سے راضی ہوئے۔

صحابہ کرامؓ نہایت روشن دماغ رکھنے والے تھے۔ دنیا کی زمام جب انہیں سونپی گئی تو انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ بہترین جرنیل، اعلیٰ ترین منتظم اور کامیاب ترین معلم تھے۔ ایسا جلد، دیرپا اور مکمل غلبہ آج تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا جو صحابہؓ کو عطا ہوا۔ ایسے روشن دماغ لوگوں کا آپ ﷺ کے گرد جمع ہونا اور آپ کی کامل اطاعت کرنا آپ ﷺ کی سچائی اور قوت قدسی کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام، خزرج کے بنو ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کو ہجرت سے قبل کی گئی بیعت عقبہ میں شرکت کا شرف بھی حاصل تھا۔ آنحضور ﷺ نے آپؓ کو نقیب مقرر فرمایا تھا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو اُحد کے دن شہادت کی خبر دے دی تھی اسی لئے آپؓ نے اپنے بیٹے، مشہور صحابی جابرؓ بن عبداللہ کو مذکورہ بالا وصیت فرمائی۔ آپؓ احد کے دن کے پہلے شہید تھے۔ آنحضور ﷺ نے ان کے گھر والوں سے فرمایا کہ جب تک انہیں اٹھایا نہیں گیا فرشتوں نے ان پر پروں سے سایہ کئے رکھا۔ آپ ﷺ نے جابرؓ کو بتایا کہ خدا تعالیٰ نے ان سے بلا حجاب کلام کیا اور فرمایا کہ مانگ جو مانگتا ہے۔ تب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے اور میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی دنیا میں واپس نہ بھیجا جائے گا۔ اس پر انہوں نے عرض کی کہ پھر دنیا والوں کو ہمارے متعلق مطلع فرما دیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی [خدا کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دئے جاتے ہیں]۔ آپؓ کی نعش کو ایک عرصہ بعد کسی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا۔ جب قبر کھولی گئی تو جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نعش جوں کی توں تھی صرف کان کے پاس کچھ معمولی تغیر واقع ہوا تھا۔

شہداء خاص طور پر اُحد کے شہداء، جو اسلام کی ابتداء میں نہایت کسمپرسی کے حالات میں شہید ہوئے تھے آپ ﷺ کے دل سے بہت ہی نزدیک تھے۔ شہداء کے پسماندگان کا آپ ﷺ بہت خیال فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے بیٹے جیسا سلوک فرماتے بلکہ [اے بیٹے] کے الفاظ سے خطاب بھی فرمایا۔ والد کا قرض ادا کرنے کا وقت آیا تو کھجور کا پھل کم تھا۔ قرض خواہوں نے سختی کی تو آپ ﷺ باغ میں تشریف لائے اور کھجور کے ڈھیروں کے درمیان چہل قدمی فرمائی۔ پھر کھجوریں دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ ﷺ کی دعا سے کچھ ایسی برکت پڑی کہ تمام قرض بھی ادا ہو گیا اور اہل خانہ کے لئے بھی کچھ پھل بچ رہا۔ ایک مرتبہ جابرؓ سے اونٹ خرید فرمایا اور سیدنا بلالؓ کو ادائیگی کے وقت حکم دے کر جابرؓ کو طے شدہ قیمت سے ایک اوقیہ سونا زائد دیا، جو انہوں نے ہمیشہ اپنے بٹوے میں سنبھال کر رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے اونٹ بھی جابرؓ کو واپس بخش دیا۔ جابرؓ نے شادی کی تو فرمایا کسی دوشیزہ سے شادی کرتے، اس لئے کہ ہم عمر اور ہم مزاج ہونے کے بنا پر دونوں میں محبت و مؤدت زیادہ ہوتی۔ جابرؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میرے والد نے 9 بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ میں نے بیوہ سے شادی اس لئے کی تا ان کی تعلیم و تربیت بہتر رنگ میں ہو۔ اس پر آپ ﷺ نے جابرؓ کے فیصلہ کو درست قرار دیتے ہوئے ان کے لئے دعا کی۔

گو جابرؓ 9 بہنوں کے اکیلے بھائی تھے لیکن اُحد میں حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ہر غزوہ میں آپؓ کو آنحضور ﷺ کی رفاقت کا فخر حاصل ہوا۔ اپنے والد کی طرح آپؓ نے بھی کبھی اہل وعیال اور ذمہ داریوں کو آنحضور ﷺ کی رفاقت کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا۔ آپ ﷺ بھی جابرؓ کی مسلسل تربیت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جابرؓ آنحضور ﷺ کے ہاں گئے، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کون؟ کہنے لگے حضورؐ میں! آپ ﷺ نے فرمایا میں؟ یعنی نام کے ساتھ تعارف کروایا کرو۔ آپ ﷺ بغرض تربیت بچوں کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ جابرؓ کو بھی یہ شرف عطا ہوا۔ جابرؓ بھی عاشق ابن عاشق تھے، موقع ملتے ہی حضور ﷺ کی کمر پر موجود نشان کا بوسہ لے لیا۔ آپؓ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ 49 سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی۔

(ماخذ: بخاری، سیر اعلام النبلاء، معرفۃ الصحابہ اور طبقات الکبیر)

ایک پینٹنگ

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پرنسپل صاحب کی کرسی کے عقب میں تاریخی گروپ فوٹوز کے علاوہ ایک خوش نما دومنزلہ عمارت کی بڑی سی سبز پینٹنگ آویزاں ہوا کرتی تھی، جس پر یہ کیپشن درج تھا: "Talim ul Islam College Rabwah, Prospective of the building" ہری بھری گھاس اورطویل القامت درختوں کے درمیان گھری ہوئی کئی بلاکس پر مشتمل پُرشوکت عمارت کی اس پینٹنگ کومیں 1956 میں ایف ایس سی کے داخلے کے وقت سے لیکر کالج میں ملازمت کے عرصہ تک اکثر دیکھتا رہا ہوں۔اس پینٹنگ سے کالج انتظامیہ کے کالج کے آئندہ کے لئے شاندارعزائم کا پتہ لگتا تھا۔

TALIUM-UL-COLLEGE RABWAH

PROSPECTIVE OF THE BUILDING (Almanar Oct-Dec 1963)

قومیائے جانے کے بعدکالج کے تعلیمی وتاریخی ریکارڈ، لائبریری کی کتب، المناراورالفضل کی فائلزکوجس بے دردی سے ضائع کیا گیا، یہ ایک المناک حقیقت ہے۔اس متعصّبانہ اورغفلت آمیزا کھاڑ پچھاڑ سے پرنسپل آفس میں پڑے ہوئے تاریخی ریکارڈ کے ساتھ یہ پینٹنگ اورگروپ فوٹوزبھی عنقا ہو گئے۔

کالج کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے اچانک اس پینٹگ کا خیال آیا۔چنانچہ گزشتہ سال قیامِ ربوہ کے دوران میں اس پنیٹنگ کی تلاش میں رہا،خلافت لائبریری اورکالج کے موجودہ پرنسپل سے بھی اس کا سراغ نہ مل سکا۔یہ بات ذہن نشین تھی کہ میں نے 1956 میں کالج میں داخلہ کے وقت المنار کے کسی ایشومیں یہ پنیٹنگ چھپی ہوئی دیکھی تھی۔

1970 کی دَہائی میں قاضی محمد رفیق صاحب مرحوم (ریٹائرڈ پروفیسر نیشنل کالج آف آرٹس، لاہور)دارالصدرغربی ربوہ میں میرے محلہ دار تھے۔مجھے بڑے فخر سے اس پینٹنگ کے بارے میں بتایا کرتے تھے کہ کالج کیلئے آئندہ پیش آنے والی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر پرنسپل حضرت مرزاناصراحمدصاحب اور (اپنے چچا) مکرم قاضی محمداسلم صاحب کی ہدایت پر میں نے یہ سکیچ تیار کیا تھا۔کالج کی تعمیر کے تعلق میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی ؓ سے ہونے والی ملاقاتوں کے بارے میں بھی ذکر کیا کرتے تھے۔

Talim-ul-Islam College at Rabwah

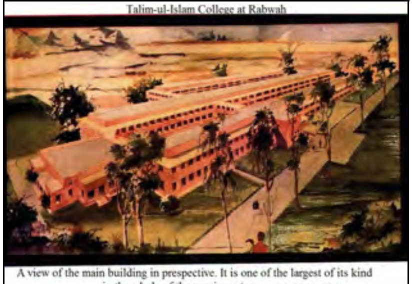

A view of the main building in prespective. It is one of the largest of its kind in the whole of the province (Almanar Feb-March 1956)

حال ہی میں المنارربوہ کے شماروں کا مطالعہ کرتے وقت میں نے مذکورہ بالا پینٹنگ المنار فروری، مارچ1956 اوراکتوبردسمبر 1963 کے شماروں میں موجود پائی اورخدا تعالیٰ کا شکرادا کیا۔پہلی شوخ رنگ تصویر1956 میں طبع ہونے والی مذکورہ پینٹنگ کی ہے،جبکہ دوسری تصویر 1963 میں طبع ہونے والی پینٹنگ کی ہےجس میں اغلباً اصل رنگوں کوملحوظ رکھا گیا ہے۔

(پروفیسرمحمدشریف خان،فلاڈلفیاامریکہ)

انتخابِ سُخن

تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء میں مکرم مبارک احمدظفرصاحب بھی شعرکہتے ہیں۔ان کے دومجموعہ ہائے کلام شائع ہوچکے ہیں۔المنار کے اس شمارے میں ''وفا کے دیپ'' جوان کا دوسرا مجموعۂ کلام ہے، میں سے منتخب اشعارنذرِ قارئین کئے جارہے ہیں:

''ظلم نامے'' کو چاٹ لے دیمک
معجزہ پھر وہی دِکھا مولیٰ
کوئی فرعون ہو کہ ہاماں ہو
بندہ، بندہ ہے، تُو خدا مولیٰ
لاج رکھ لینا اپنی درگاہ میں
ہم فقیروں کی ہے صدا مولیٰ

☆☆

سنا ہے میں نے جہاں ذکراُس ؐ کا کرتے ہیں
فرشتے نور کی مشکیں لئے اترتے ہیں
یہاں میں آج بصد احترام آیا ہوں
میں آنحضورؐ کو کہنے سلام آیا ہوں

☆☆

وہ کون شخص گڑگڑا کے رات گریہ زار تھا
کہ آسماں پہ چودھویں کا چاند بیقرار تھا
وہ کار زار میں اکیلا لڑ رہا تھا چومکھی
قلم کا تھا وہ بادشاہ سخن کا شہ سوار تھا

☆☆

عکسِ جمال و حسنِ نظر ڈال دیجئے
اب میرے فکر و فن کو اجال دیجئے
ہفت آسماں پہ وسعتوں کی سیر کیلئے
اب طاقتِ اُڑان ، پر و بال دیجئے
کیوں مقبروں پہ ڈالتے ہو چادریں عبث
ننگے سروں پہ جا کے کوئی شال دیجئے
ہے آپ کی بقا اسی میں اور خیر بھی
اب ہاتھ ''حبل'' کے سرے پہ ڈال دیجئے

☆☆

وضو اشکوں سے کرنا تو نمازِ عشق ادا کرنا
خدا والوں کی سنت ہے کہ یوں یادِ خدا کرنا
نہیں یہ بس میں فرزانوں کے، دیوانوں کا شیوہ ہے
مثالِ شمع تاریکی میں صبح تک جلا کرنا

☆☆

سابق طلبائے تعلیم الاسلام کالج کی انٹرنیشنل میٹنگ

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ 2014 بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔اس موقع پر دنیا کے کونے کونے سے مہمان تشریف لائے۔ جلسہ سالانہ کے دوسرے روز نمازظہر وعصر کے فوراً بعد دفتر جلسہ سالانہ کے شامیانے میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے دنیا بھر سے آئے ہوئے اس کالج کے سابق طلبہ کے ساتھ ایک نشست منعقد کی۔تلاوت قرآن پاک کے بعد مکرم ناصر جاوید خان صاحب نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا سب سے پہلے مکرم آصف علی پرویز صاحب کو اپنے تاثرات بیان کرنے کی دعوت دی گئی۔مکرم آصف صاحب نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں تعلیم الاسلام کالج میں پہلے پڑھنے اور پھر پڑھانے کا موقع ملا ہے۔بعض نادر مواقع میسّر آئے جن میں نوبل انعام یافتہ مکرم و

محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جیسی معروف شخصیات کے لیکچر سننے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔

مکرم عرفان احمد خان صاحب نے بھی اس موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جرمنی میں تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی ایسوسی کی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔مکرم ومحترم زرتشت منیر صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے نے تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلبہ کی اس مجلس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

اس کے بعد کینیڈا سے تشریف لائے ہوئے کالج کے سابق طالب علم مکرم منیر الحق شاہد صاحب اور پاکستان سے آئے ہوئے مکرم ڈاکٹر صاحب نے بھی مختصر طور پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔اسکے بعد مکرم ومحترم مبارک احمد صدیقی صاحب صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے حاضرین محفل کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ تعلیم الاسلام کالج کا طالب علم ہونا یقیناً بڑے اعزاز کی بات ہے کیوں کہ یہ وہ ادارہ ہے جس کا آغاز خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے ہوا۔تعلیم الاسلام کالج کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ خلفائے احمدیت نے اسے برکت عطا کی۔اس کالج کی اعلیٰ اقدار اور اعلیٰ روایات کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ہوگا۔صدر صاحب کی مختصر معروضات کے بعد مکرم ومحترم امام عطاء المجیب راشد صاحب نے اختتامی دعا کروائی۔

اس مختصری نشست میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں پڑھنے والے طلباء کو ایک دوسرے سے ملنے کا موقع میسّر آیا۔بعض سابق طلبہ نے اس بات کا اظہار کیا کہ انہیں اس get to gether کی بدولت تیس چالیس سال کے بعد اپنے کلاس فیلوز سے ملنے کا موقع ملا ہے۔شاملین کی کل تعداد 100 کے لگ بھگ رہی۔(اس مجلس کی فوٹو البم آئندہ شمارے میں ملاحظہ کی جاسکے گی۔ان شاءاللہ)

والد کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسان

جب میٹریکولیشن کے امتحان میں قریباً چھ مہینے باقی رہ گئے تو والد صاحب نے دریافت فرمایا کہ قرآن مجید کا ترجمہ کہاں تک پڑھ لیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ساڑھے سات پارے ختم کئے ہیں۔اس پر انہوں نے فرمایا کہ اس رفتار سے تو تم کالج جانے تک شاید دس پارے بھی ختم نہ کر سکو اور میری بڑی خواہش ہے کہ کالج جانے سے پہلے تم سارے قرآن کریم کا کم سے کم سادہ ترجمہ ضرور سیکھ لو۔اس سے آگے تمہارے اپنے ذوق اور اخلاص پر منحصر ہے لیکن اس قدر سکھا دینا میرا فرض ہے۔اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے تم دن میں فراغت کے وقت دو تین رکوع کا ترجمہ دیکھ لیا کرو اور شام کو مجھے سنا دیا کرو۔چنانچہ اس طریق سے انہوں نے امتحان تک مجھ سے قرآن کریم کا ترجمہ سن لیا۔جہاں تلفظ یا ترجمہ میں مجھ سے غلطی ہوتی آپ مجھے بتا دیتے۔اولاد پر ماں باپ کے احسانات کا سلسلہ لامتناہی ہوتا ہے مجھ پر میرے والد صاحب کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسان عظیم یہ تھا کہ انہوں نے مسلسل توجہ فرما کر مجھے قرآن کریم کے سادہ ترجمے سے شناسا کرا دیا۔اس کے نتیجہ میں قرآن کریم کے ساتھ میری اجنبیت دور ہوگئی اور میرے دل میں قرآن کریم کا احترام اور عظمت قائم ہوگئے اور مجھے قرآن کریم سے محبت ہوگئی۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء

☆ میٹریکولیشن میں کامیاب ہونے پر مجھے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرا دیا گیا........اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کی سخت مخالفت ہو رہی تھی۔ڈارمیٹری میں، میں اکیلا احمدی تھا۔ہم کل آٹھ طالب علم اس کمرے میں تھے۔دو تین ان میں سے کبھی شرارت پر اتر آتے تو مجھے دق کرتے۔پہلے سال گرمی کی تعطیلوں میں جب میں گھر گیا تو میں نے والد صاحب کی خدمت میں گذارش کی کہ میری رہائش کا انتظام ہوسٹل سے باہر کر دیا جائے۔وجہ معلوم ہونے پر انہوں نے فرمایا تم ابھی سے گھبرا گئے ہو، زندگی میں تو تمہیں اس سے بہت بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا۔اگر ابھی سے برداشت کی عادت نہیں ڈالو گے تو آگے چل کر کیا کرو گے۔

سفر انگلستان کیلئے روانگی

رخصت ہوتے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے درج ذیل ہدایات دیں۔

(1)اس دعا کا وِرد رکھنا **اللھم ارزقنی جلیساً صالحاً**

(2) سفر کے آخر میں منزل مقصود کے قریب پہنچو اور شہر کی آبادی نظر آنا شروع ہو تو یہ دعا کیا کرو (ترجمہ) اے اللہ جو رب ہے ساتوں آسمانوں کا اور اس کا بھی جو کچھ ان کے سایے میں ہے اور رب ہے ساتوں زمینوں کا اور ہر اس چیز کا جو اس پر قائم ہے اور رب ہے ہواؤں کا اور ہر اس چیز کا جسے وہ لئے پھرتی ہیں اور رب ہے سب سرکشوں کا اور ان کا جنہیں وہ گمراہ کرتے ہیں۔میں طالب ہوں تجھ سے اس آبادی کی ہر بھلائی کا اور اس میں رہنے والوں کی طرف سے ہر بھلائی کا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کی طرف سے ہر بھلائی کا۔اور تیری حفاظت کا طالب ہوں اس بستی کے ہر شر سے اور اس میں رہنے والوں کے ہر شر سے اور جو کچھ بھی اس کے اندر ہے اس کے ہر شر سے۔**یا اللہ** تو اس کی ہر خوشگوار چیز ہمیں عطا فرما اور اس کی ہر ضرر رساں چیز سے ہماری حفاظت فرما۔اے اللہ تو اس میں رہنے والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے اور اس میں رہنے والوں میں سے نیک بندوں کی محبت ہمارے دل میں ڈال دے۔

(تحدیثِ نعمت صفحہ 27,7,6)

ٹی آئی کالج کے ایک مخلص کارکن

(محترم لعل دین صدیقی صاحب یکم مارچ 1930ء کو بمقام دابانوالہ تلونڈی لال سنگھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ دسمبر 1949ء سے 1990ء تک (41 سال) تعلیم الاسلام کالج میں خدمت کی توفیق پائی۔ الفضل ربوہ میں ان کے بیٹے مکرم تنویر الدین صابر صاحب کی طرف سے شائع ہونیوالے مضمون کے چنیدہ حصے قارئین المنار کی خدمت میں پیش ہیں)

والدصاحب آٹھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ گاؤں میں کوئی سکول نہ تھا اس لئے آپ تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن تعلیم کا بچپن ہی سے بہت شوق تھا۔ آپ کے والدصاحب کی بہت خواہش تھی کہ میرا یہ بیٹا کچھ نہ کچھ پڑھ جائے۔ کچھ لوگ گاؤں کے پڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پرائیویٹ طور پر پرائمری تک تعلیم دلائی لیکن پرائمری پاس نہ کر سکے پھر بھی کچھ نہ کچھ شناخت ہو جاتی تھی۔ کچھ دیر قادیان رہے پھر 1947ء میں قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ قادیان سے ڈیرہ بابا نانک تک سات دن میں پیدل سفر طے کیا۔ راستے میں بڑی تکلیف اٹھا کر پاکستان پہنچے۔ صرف تن کے کپڑے تھے اور کچھ نہ تھا۔ لاہور پہنچے، چند دن کیمپ میں رہے پھر والدصاحب کو روزنامہ الفضل میں مددگاری نوکری مل گئی۔

یکم دسمبر 1949ء کو والدصاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں منتقل ہو گئے پھر کالج میں ہی مختلف شعبہ جات میں خدمت کا موقعہ ملا۔ 1952ء کو آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے تین سال گزرنے کے بعد تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی والدصاحب کہتے ہیں کہ ہماری ایک غیر از جماعت محلے دار مجھے بار بار یہ کہا کرتی کہ ”ہور احمدیوں میں شادی کرواؤ! تم نے رہنا ہی بے اولاد ہے“ والدصاحب کہتے اچھا تم جتنا مرضی زور لگا لو میں نے احمدی ہی رہنا ہے اور خدا ضرور اولاد سے نوازے گا۔ والدصاحب کہتے ہیں کہ اگلے دن بہت دعا کی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا یہ سارا واقعہ بتایا کہ پیارے حضور آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک اولاد سے نوازے۔ حضورؓ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ دعا کے بعد ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرماتے ہوئے ایک بیٹی سے نوازا اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید نو بچے عطا فرمائے۔ مگر جس عورت نے یہ کہا تھا کہ تمہارے ہاں اولاد نہ ہوگی وہ ایک سال بھی زندہ نہ رہی اور بغیر اولاد کے فوت ہو گئی۔

والدصاحب کہتے ہیں کہ جب میں لاہور سے ربوہ آیا تو اس وقت اکیلا ہی کارکن رہ گیا تھا۔ کالج زیر تعمیر تھا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل اس کی خود نگرانی فرما رہے تھے۔ اگست کا مہینہ تھا، سخت گرمی تھی۔ حضور چھت پر سارا سارا دن کھڑے رہتے تھے اور والدصاحب چھتری لیکر ساتھ کھڑے رہتے تھے۔ حضرت میاں ناصر احمد صاحب ان دنوں اکیلے ہی ربوہ میں تھے بچے ابھی لاہور میں ہی تھے۔ والد صاحب دن رات حضرت میاں صاحب کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر جب والدصاحب ربوہ آ گئے تو حضرت میاں صاحب نے اپنے گھر میں رکھ لیا اور کھانا پکانے کا کام سکھا دیا یہ خدمت والدصاحب نے 1982ء تک انجام دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ پاکستان کے بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ محترم والدصاحب کو حضور کی ٹانگیں دبانے کا خدا نے بار بار موقعہ دیا اور حضور کے ساتھ بیٹھ کر بڑی دفعہ کھانا کھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی پگڑی بطور تحفہ عنایت فرمائی۔ والدصاحب کو چار دفعہ قادیان جانے کا موقع ملا اور چار دفعہ ہی لگاتار جلسہ سالانہ برطانیہ جانے کا خدا تعالیٰ نے موقع دیا۔

والدصاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتابیں تین تین بار پڑھنے کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر القرآن، سیرت مسیح موعودؑ اور دیگر سلسلہ کی بہت سی کتب پڑھنے کی توفیق ملی۔ والدصاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے بہت سے صحابہ کرام کو ملنے اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔

والدصاحب بتاتے ہیں کہ مجھے میاں ناصر احمد صاحب کی خوب خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ میاں صاحب کے حکم سے میں خود ہی لنگر خانہ سے کھانا لیکر آتا تھا۔ ہم دونوں یعنی حضرت میاں صاحب اور والدصاحب ایک ساتھ بیٹھ کر ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت لنگر خانہ کے انچارج حکیم فضل الرحمن صاحب تھے ان کو حضرت میاں صاحب نے لکھ کر بھیجا ہوا تھا کہ دونوں وقت کھانے میں دال بھیجا کریں۔ پھر سارا دن کالج کی تعمیر کی نگرانی کرتے تھے۔ والدصاحب بتاتے ہیں۔ جولائی، اگست کے دن سخت گرمی تھی میں خود چھتری لئے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ آرٹس بلاک کالج کی چھت پر لینٹر ڈالنا تھا۔ ریت بجری اور سیمنٹ مکس ہو چکا تھا اچانک مغرب کی طرف سے کالے سیاہ بادل اٹھے۔ بہت زور سے آندھی چلی اور ساتھ ہی ٹھنڈی ہوا چل پڑی۔ ٹھیکیدار مکرم عبدالعزیز صاحب گھبرائے ہوئے آئے اور کہا میاں صاحب دعا کریں کہ بارش نہ ہو، ورنہ ہمارا سارا میٹیریل ضائع ہو جائے گا۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں جو خدا کی مرضی۔ والدصاحب کہتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے مغرب کی طرف منہ کر کے خدا کے حضور بلند آواز سے دعا کی کہ اے خدا! یہ غریب جماعت کا سرمایہ لگا ہے میرا ذاتی نہیں، تو اگر چاہے تو یہ بادل پرے پرے لے جا سکتا ہے۔ یہاں آپ کھڑے ہو گئے اور شدید ٹھنڈی ہوا چلی اور تیز بارش شروع ہو گئی، لیکن کالج کی حدود کے باہر باہر۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کالج کے اندر ایک چھینٹ بھی بارش کی نہ پڑی اور یوں وہ کالج کا لینٹر مکمل ہو گیا۔

والدصاحب نے جماعت کی 65 سال تک خدمت کی۔ جولائی 1990ء کو والدصاحب تعلیم الاسلام کالج سے ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد جماعت کی خدمت کرنے کا خدا نے موقع دیا۔ ایک سال خلافت لائبریری میں خدمت سرانجام دی۔ پھر ایک سال جامعہ احمدیہ لائبریری میں خدمت کرنے کا موقع ملا۔

والدصاحب اپنا ایک سفر کا واقعہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنی چھوٹی سی دوکان کیلئے فیصل آباد سامان لینے کیلئے گیا ہوا تھا واپسی پر جب سامان لیکر بس سٹاپ پر آئے تو کوئی بھی بس والا نہ بٹھاتا تھا کہتے تھے کہ ربوہ کی کوئی سواری نہ بیٹھے۔ والدصاحب کہتے ہیں کہ میں نے خدا کے حضور دعا کی کہ اللہ میری مدد فرما بڑی مشکل سے بس والے نے سرگودھا کا کرایہ لیکر سوار کیا اور کہنے لگا کہ میں سرگودھا اتاروں گا، ربوہ نہیں اتاروں گا والدصاحب بتاتے تھے خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ اسی بس میں ایک گانے بجانے والی عورت سوار ہو گئی اور سارے راستے میں ڈرائیور نے اس سے گانے وغیرہ سنے۔ والدصاحب بتاتے ہیں جب دریائے چناب کا پل پار کیا تو اس گانے والی عورت نے گانا بجانا بند کر دیا۔ ڈرائیور اس کو کہتا چپ کیوں ہو گئی ہو۔ وہ گانے بجانے والی ڈرائیور کو کہتی ہے کہ پہلے اس بابا جی کو اتارو جہاں وہ کہتے ہیں چنانچہ اتنے میں سٹاپ آ گیا اور والدصاحب کو ربوہ اتار دیا۔ اب ڈرائیور نے کہا بابا اللہ تیرا بھلا کرے والدصاحب نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے میرے لئے تو یہ فرشتہ بنا کر بھیجا تھا جس نے میری مدد کی۔

1992ء کو نصرت جہاں انٹر کالج کی تینوں لیبارٹریوں میں والدصاحب ا کیلے لیب اٹینڈنٹ کے طور پر 11 سال تک خدمت کرتے رہے۔

والدصاحب مارچ 2013ء کو بیمار ہوئے۔ مثانے میں کینسر کی موذی بیماری تھی۔ والدصاحب بتاتے ہیں کہ جب میں فضل عمر ہسپتال میں داخل تھا تو ایک رات مجھے خواب آئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں لعل دین السلام علیکم والدصاحب نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ حضور آ گے ہو کر والدصاحب کو فرماتے ہیں چلو لعل دین آؤ میں تمہیں لینے آیا ہوں میں نے تمہارے لئے ایک شاندار کوٹھی تیار کی ہے۔ والدصاحب نے حضورؒ کو کہا کہ ابھی میں نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ابھی جماعت کی خدمت کرنی ہے اور بہت سے کام کرنے ہیں۔ (اسکے بعد والدصاحب قریباً 6 ماہ زندہ رہے) بالآخر خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور 8 ستمبر 2013ء کو صبح 9 بجے وفات پا گئے۔ والدصاحب خدا کے فضل سے پانچ وقت کے نمازی، تہجد گزار، دعا گو اور ہنس مکھ اور ہر دکھ سکھ میں شامل ہونے والے تھے۔ آپ نے بیوہ کے علاوہ چار بیٹے ناصر الدین خالد، ظہیر الدین بابر، تنویر الدین صابر، نصیر الدین ہمایوں اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں جن سے آپ کے 50 پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدصاحب کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

جستہ جستہ

ڈاکٹر...

ڈاکٹر تیزی سے ہسپتال میں داخل ہوا، کپڑے تبدیل کئے اور سیدھا آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھا، اسے ایک بچے کے آپریشن کے لیے فوری اور ہنگامی طور پر بلایا گیا تھا۔

ہسپتال میں موجود بچے کا باپ ڈاکٹر کو آتا دیکھ کر چلایا، ''اتنی دیر لگا دی! تمہیں پتا نہیں میرا بیٹا کتنی سخت اذیت میں ہے، زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے، تم لوگوں میں کوئی احساس ذمہ داری نہیں؟''

''مجھے افسوس ہے میں ہسپتال میں نہیں تھا، جیسے ہی مجھے کال ملی، میں جتنی جلدی آ سکتا تھا، آیا ہوں'' ڈاکٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''اب میں چاہوں گا کہ آپ سکون سے بیٹھیے تاکہ میں اپنا کام شروع کر سکوں۔''

''میں سکون سے بیٹھوں، اگر اس حالت میں تمہارا بیٹا ہوتا تو کیا تم سکون سے بیٹھتے؟ اگر تمہارا اپنا بیٹا ابھی مر رہا ہو تو تم کیا کرو گے؟'' باپ غصے سے بولا۔

ڈاکٹر نے پھر مسکرا کر کہا، ''ہماری مقدس کتاب کہتی ہے کہ اللہ قادر مطلق ہے، حی و قیوم اور غفور و رحیم ہے۔ ڈاکٹر کسی کو زندگی نہیں دیتا، نہ کسی کی عمر بڑھا سکتا ہے۔ آپ آرام سے بیٹھیں اور اپنے بیٹے کے لیے دعا کریں۔ ہم آپ کے بیٹے کو بچانے کی پوری کوشش کریں گے''

بس ان کی نصیحتیں سنو، چاہے ان کی ضرورت ہو نہ ہو! بچے کا باپ بڑبڑایا۔

آپریشن میں کئی گھنٹے لگ گئے لیکن بالآخر جب ڈاکٹر آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، 'آپ کا بیٹا اب خطرے سے باہر ہے، اگر کوئی سوال ہو تو نرس سے پوچھ لیں، یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

''کتنا مغرور ہے یہ شخص، کچھ لمحے کے لیے بھی نہیں رکا کہ میں اپنے بچے کی حالت کے بارے میں ہی کچھ پوچھ لیتا'' بچے کے باپ نے ڈاکٹر کے جانے کے بعد نرس سے کہا۔

نرس نے روتے ہوئے جواب دیا، ''ڈاکٹر کا بیٹا کل ایک ٹریفک کے حادثے کا شکار ہو گیا تھا، جب ہم نے اسے آپ کے بیٹے کے لیے کال کی تو وہ اس کی تدفین کا انتظام کر رہا تھا۔ اب جبکہ اس نے آپ کے بیٹے کی جان بچانے کا فرض ادا کر دیا ہے، تو وہ اپنے بیٹے کی تدفین کے لئے چلا گیا ہے۔''

(کبھی کسی پر بے جا تنقید نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دوسرے کی زندگی کیسی ہے اور وہ کن مشکلات میں مبتلا ہے۔ تمہیں نہیں پتہ کہ وہ تمہارے کام آنے کے لیے کتنی بڑی قربانی دے رہا ہے۔)

(بشکریہ مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب)

مستقبل کے اردو محاورے اور ان کے معانی

لائٹ آ گئی = بہت خوشی کا اظہار کرنا	آج لائٹ نہیں جائے گی = جھوٹ بولنا
لائٹ کب آئے گی = ناممکن چیز کا انتظار کرنا	آپکے گھر لائٹ نہیں ہے کیا = اظہارِ افسوس کرنا
آج لائٹ نہیں گئی = بہت حیران و ششدر ہونا	یہاں پر تو لائٹ ہے = فخر کرنا

برائے فروخت

تفریح میں، ادب میں، سیاست میں، کھیل میں
ہر شخص بک رہا ہے ضرورت کی ''سیل'' میں
لیڈر بِکے ہوئے ہیں، منسٹر بکے ہوئے
قومی اسمبلی کے ہیں ممبر بکے ہوئے
واعظ، خطیب، اہلِ قلم ناپ تول کر
بیٹھے ہیں اپنی اپنی دُکانوں کو کھول کر
تاجر بکے ، وکیل بکے، مولوی بکے
تھوڑی سی منفعت کے لئے شیخ جی بکے
اینکر خریدنا ہو تو چینل خرید لو
کرسی دِکھا کے مولوی ڈیزل خرید لو
لالچ کی ہر دُکاں پہ صدائے فروخت ہے
اپنا تو پورا ملک برائے فروخت ہے

(خالد عرفان)

اتنی جلدی بھی کیا ہے؟

ڈاکٹر کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا!

ڈاکٹر صاحب آپ نے مجھے پہچانا؟

ڈاکٹر: نہیں تو!

ڈاکٹر صاحب یاد کریں میں وہی مریض ہوں، جسے دو سال پہلے نمونیا ہو گیا تھا اور آپ نے نہانے سے منع کیا تھا! میں دراصل یہ پوچھنے حاضر ہوا تھا کہ کیا اب میں نہا سکتا ہوں؟

چور تے لاٹھی 2 جنے، میں تے بابا کلّے

چار چیونٹیاں جنگل میں جا رہی تھیں کہ ایک ہاتھی سامنے آ گیا۔ ایک چیونٹی بولی:

میرا جی چاہتا ہے اس ہاتھی کو جان سے مار دوں!

دوسری بولی: نہیں! صرف اس کی ٹانگ توڑ دیتے ہیں۔

تیسری نے کہا: نہیں نہیں، اسے اٹھا کر کھائی میں پھینک دیتے ہیں۔

چوتھی فیصلہ کن انداز میں گویا ہوئی:

رہنے دو، چھوڑ دو! دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ یہ 4 تھیں اور ہاتھی بیچارہ اکیلا۔

فرمانبردار بیوی

جن: کیا حکم ہے میرے آقا؟

انسان: میرے گھر سے امریکہ تک روڈ بنا دو!

جن: بہت مشکل کام ہے میرے آقا!

انسان: اچھا پھر میری بیوی کو میرا فرمانبردار کر دو!

جن: روڈ سنگل بنانی ہے کہ ڈبل؟

تعلیم الاسلام کالج - کچھ یادیں، کچھ باتیں

(امریکہ کے جلسہ سالانہ 2014 کے موقع پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پانچ اساتذہ کے ساتھ گفتگو کا ایک پروگرام نشر ہوا۔ اس گفتگو میں مادرِ علمی کے حوالے سے بیان کی جانیوالی یادیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔)

پروفیسر چوہدری سلطان احمد: تعلیم الاسلام کالج کا مقام، مرتبہ اور اہمیت کیا ہے، اس کا اندازہ

خصوصیت سے اُس وقت ہوا، جب میں ایم اے اکنامکس میں ایڈمشن کی غرض سے ایف سی کالج لاہور انٹرویو کے لئے گیا۔ دوران انٹرویو اس بات کا اظہار کیا گیا کہ آپ اُس کالج (تعلیم الاسلام) سے گریجویشن کر کے یہاں ایم اے کرنے آئے ہیں، جس کی ہمارے دل میں بڑی قدر ہے۔ ٹی آئی کالج سے آنے والے طلبہ بڑھے سلجھے ہوئے، بڑے قابل محنتی اور بڑے باوقار اور باکردار ہوتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ایم اے اکنامکس کرنے کے بعد ایف سی کالج میں تدریس سے منسلک ہوں۔

میں 1965 میں (پرنسپل حضرت میاں ناصر احمد صاحبؒ کے دَور میں) ٹی آئی کالج میں داخل ہوا۔ حضورؒ کے ہاتھوں میرا ایڈمشن ہوا۔ کالج کے پرانے اساتذہ مکرم میاں عطاء الرحمن صاحب، مکرم ڈاکٹر سلطان محمود شاہد صاحب، مکرم پروفیسر نصیر خان صاحب اور مکرم پروفیسر شریف خان صاحب سے استفادہ کیا۔ مکرم مرزا خورشید احمد صاحب اور مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب سے براہ راست کلاسوں میں پڑھا۔ اکنامکس میں ایم اے کرنے کے بعد 1971 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود میرا انٹرویو لیا اور مجھے لیکچرر شپ کے لئے سلیکٹ کیا۔ 36 سال یہاں تدریس سے منسلک رہ کر 2007 میں ریٹائر ہوا۔

پروفیسر شاہد احمد باجوہ: میری خوش قسمتی ہے کہ میں 1971 میں تعلیم الاسلام کالج میں فرسٹ

ائیر میں داخل ہوا۔ یہ کالج کے نیشنلائز ہونے سے پہلے کا دور تھا۔ مکرم چوہدری محمد علی صاحب اُس وقت پرنسپل تھے۔ جو اساتذہ، مکرم پروفیسر شریف خان صاحب، مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب اور مکرم پروفیسر مبارک عابد صاحب اِس وقت میرے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے ان سے بطور طالب علم پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ اگلے سال کالج نیشنلائز ہوا تو واضح فرق محسوس کیا اور اندازہ ہوا کہ ہمارا پہلے والا تعلیم الاسلام کالج صرف ایک تعلیمی ادارہ نہ تھا بلکہ ایک Brandname تھا، جہاں کیریکٹر بلڈنگ ہوتی تھی۔ اس کالج سے وابستگی، قابل اساتذہ کا ملنا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھتا ہوں۔ جب ٹیچنگ سے وابستہ ہوا تو میری پوسٹنگ گارڈن کالج کے بعد ٹی آئی کالج ربوہ میں ہوئی، جہاں میں ہیڈ آف انگلش ڈیپارٹمنٹ ہوں۔

پروفیسر مبارک احمد عابد: تعلیم الاسلام کالج سے میرا تعلق 1961 سے ہے، پہلے بطور طالب علم

اور پھر بطور استاد۔ گریجویشن کے بعد ایم اے اردو میں داخلہ لینے کیلئے پنجاب یونیورسٹی لاہور گیا تو ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب وہاں ہیڈ آف اردو ڈیپارٹمنٹ تھے۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو، تعلیم الاسلام کالج سے، اچھا مرزا ناصر احمد کے کالج سے۔ باسکٹ بال اور روئنگ والا کالج؟ آرٹس کا یہ آدمی، جس کا باسکٹ بال اور روئنگ سے کوئی تعلق نہیں، مجھے کن حوالوں سے تعلیم الاسلام کالج کی شناخت کراتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تین چیزیں خصوصیت سے ہمارے اس کالج کی پہچان ہوا کرتی تھیں۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) وہ شخصیت تھے، جنہوں نے کالج کی علمی، سائنسی، ادبی، تعلیمی اور تدریسی سرگرمیوں کو وہ معیار دیا، جسے لوگ اُس وقت ہی نہیں اب بھی یاد کرتے ہیں۔ کالج کو وہ جہت عطا کی جس میں کردار بنتا رہا، گفتار بنتی رہی، اسلوبِ نگارش بنتا رہا، علمی اور ادبی سرگرمیاں عروج کو پہنچیں۔

ڈاکٹر منوّر احمد: اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تعلیم الاسلام کالج میں پڑھنے اور پھر پڑھانے کا

موقع ملا۔ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے پہلی کلاس، تعلیم الاسلام پرائمری سکول سے اور آخری کلاس تعلیم الاسلام کالج سے پاس کی۔ بطور طالب علم 1964 میں کالج جائن کیا تھا، 1971 کے ایم ایس سی کے پہلے Batch میں شامل تھا اور پھر ایم ایس سی کی کلاسوں کو پڑھانے کا موقع بھی ملا۔ پروفیسر نصیر خان صاحب ہمارے استاد تھے، انہی کی کوششوں سے 1979 میں امریکہ آیا اور یہاں انجینئیرنگ میں PhD کی۔ تعلیم الاسلام کالج سے وابستہ بہت سی یادوں میں سے فرسٹ ائیر میں ایڈمشن کے وقت پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی دوران انٹرویو یہ بات اب بھی یاد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سکول میں اگرچہ ہاکی کھیلی ہے مگر اس میں چونکہ چوٹیں بہت لگتی ہیں، اسلئے کالج میں ہاکی کھیلنے کا ارادہ نہیں۔ آپ نے اپنی ٹانگ کے حوالے سے فرمایا، دیکھو اس پر کتنی چوٹیں لگی ہوئی ہیں۔ میں بھی ہاکی کھیلتا رہا ہوں۔ چوٹوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ چنانچہ کالج میں تعلیم کے ساتھ ہاکی بھی کھیلی۔ میرے شاگردوں میں سے ڈاکٹر نعیم طاہر نے یونیورسٹی میں ٹاپ کیا۔ فزکس میں خدا کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج کے طلباء نے بہت اعلیٰ معیار قائم کیا ہوا تھا۔ افسوس کہ کالج کے نیشنلائز ہونے کے بعد وہ معیار نہیں ہے۔

پروفیسر محمد شریف خان صاحب: اللہ کے فضل سے میں 1963 سے 1999 تک تعلیم الاسلام کالج میں تدریس سے منسلک رہا ہوں اور اس سے پہلے 1956 سے 1962 تک اسی کالج میں پڑھتا بھی

رہا ہوں۔ جب آٹھویں کلاس میں تھا تو میں نے زندگی وقف کر دی تھی۔ مجھے اُس دور میں ربوہ میں رہ کر ریسرچ ورک کرنے کا موقع ملا جب کوئی بیک گراؤنڈ نہ تھی، کوئی سائنٹفک لائبریری نہ تھی۔ ایسے ہی تھا گویا جیسے مچھلی سنگلاخ چٹانوں کے درمیان پڑی تڑپ رہی ہو۔ مگر اللہ نے توفیق دی اور قریباً 300 سائنٹفک پیپرز دنیا کے مشہور جرنلز میں شائع ہوئے۔ 6 کتابیں انگلش، جرمن اور اردو میں شائع ہوئیں۔ خدا کے فضل سے 2002 میں زوالوجیکل سوسائٹی آف پاکستان نے زوالوجسٹ آف دی ائیر کا ایوارڈ دیا۔ 2014 میں لائف اچیومنٹ ایوارڈ بھی ملا۔

ایم ایس سی کے وقت ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے بلایا اور آفر کی کہ پنجاب یونیورسٹی میں جگہ خالی ہے، تم چاہو تو تمہیں پروفیسر کے طور پر لے لیں۔ میں نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی جماعت کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ مجھے تو ربوہ ہی جانا ہے۔ انہوں نے کہا وہاں نہ سہولتیں، نہ لیبارٹری، نہ لائبریری، کیوں خود کو ضائع کرنے کا ارادہ ہے۔ مگر مجھے جو بین الاقوامی حیثیت ملی وہ ربوہ اور ٹی آئی کالج کی وجہ سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وجہ سے ملی جنہوں نے میرا وقف قبول فرمایا۔

یادوں کے دریچے

2011 سے 2013 کے دوران اکیڈیمی آف میڈیکل سائنس (AMS) جرمنی کی طرف سے تفویض ہونیوالی بعض ذمہ داریوں کی وجہ سے غانا یونیورسٹی میں منعقد ہونے والے ڈینٹل سرجری کورس کی کوآرڈینیشن کے لئے خاکسار کو متعدد بار غانا کا سفر کرنا پڑا۔ غانا کے ڈینٹل سرجنز کی ایمپلانٹالوجی کی فیلڈ میں اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے احمدیہ مسلم مشن غانا اس منفرد کورس میں پوری طرح شامل رہا۔ کورس کے انتظامات میں (AMS & AMM Ghana) کی شراکت داری کی وجہ سے مکرم عبدالوہاب آدم صاحب مرحوم امیر جماعت غانا کے ساتھ خاکسار کے ذاتی تعلقات گہرے ہوتے چلے گئے اور انکی باغ وبہار اور اخلاص سے بھری شخصیت کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

احمدیہ مسلم مشن غانا کے مختلف کوریڈورز تصویری شکل میں مرحوم ڈاکٹر عبدالوہاب آدم صاحب کی نصف صدی پر محیط خدمات سے مزیّن ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھنے والا ایک بار حیران اور ششدر ضرور ہوجاتا ہے کہ احمدیہ مسلم مشن غانا کے اس قیمتی وجود کو مذہب، امن، انسانیت اور اپنے ملک کی خدمت کی کتنی زیادہ توفیق ملی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس وقت ملک غانا مذہبی رواداری، انسانیت، امن اور بھائی چارے کے لحاظ سے نہ صرف افریقہ بلکہ دنیا بھر کے لئے ایک ماڈل بن گیا ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کا غانا آنا اور یہاں کی پرامن سوسائٹی کا مطالعہ اس خیال کو مزید تقویت دیتا ہے۔ ملک غانا کو اس قدرومنزلت تک پہنچانے میں ڈاکٹر وہاب آدم صاحب کا بنیادی کردار ہے۔

ملک میں امن کی خاطر ذاتی جذبات کی قربانی اور انتھک محنت کا ذکر کرتے ہوئے محترمی وہاب آدم صاحب نے خاکسار کو اپنا ایک واقعہ سنایا۔ غانا میں ایسے اہم قومی معاملات جو کہ بے چینی یا بے اطمینانی کا باعث بن سکتے ہوں ان کے تصفیہ کے لیے ایک امن کونسل قائم ہے۔ چند سال قبل ملک میں انتخابات ہوئے۔ انتہائی کم مارجن سے جیتنے والی پارٹی پر اپوزیشن نے دھاندلی کا الزام لگایا۔ سارا ملک بے چینی کا شکار ہونے لگا۔ ملکی دستور کی رُو سے معاملہ قومی امن کونسل کے سپرد کردیا گیا۔ تفصیلی جائزہ کے بعد جب کونسل میں رائے شماری کرائی تو کونسل کے نصف اراکین نے بہت کم مارجن سے جیتنے والی حکومتی پارٹی کو ووٹ دیا اور باقی نصف نے اپوزیشن پارٹی کی تائید کی۔ مرحوم وہاب آدم صاحب امن کونسل کے اس اجلاس کی صدارت کررہے تھے اور انکے کاسٹنگ ووٹ نے حتمی فیصلہ کرنا تھا۔ اپنے خیالات یا سیاسی سجھ بوجھ کی بنا پر انکا رجحان بھی دھاندلی کا الزام لگانے والی اپوزیشن پارٹی کی طرف تھا۔ تاہم انہوں نے اپنا ووٹ کاسٹ کرنے سے قبل کچھ وقت مانگا۔ سارے معاملہ کا ازسرنو خود گہرائی میں جا کر دوبارہ مطالعہ کیا اور خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی۔ دوبارہ اجلاس شروع ہوا تو اپنے تازہ جائزہ اور دعا کے ذریعے حاصل ہونے والے انشراح صدر کے نتیجے میں اپنا ووٹ اپنے سیاسی خیالات کے لحاظ سے مخالف یعنی بہت ہی کم مارجن سے جیتنے والی پارٹی کے حق میں کاسٹ کر دیا۔ خدا تعالےٰ نے اس فیصلہ میں بہت برکت ڈالی۔ پورے ملک میں بے چینی کی لہر ختم ہوگئی اور حکومت کو کام جاری رکھنے کے لئے درکار مینڈیٹ مل گیا۔

موجودہ برسراقتدار پارٹی کے معاملہ میں بھی غانا کی امن کونسل نے قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ انتخابات کے بعد بے چینی اور بے اطمینانی کا خدشہ ابھرنے لگا تھا۔ امن کونسل جسکے محترمی وہاب آدم صاحب بہت ہی موثر اور باعزت رکن تھے انھوں نے اپنے دیگر اراکین کے ہمراہ ٹی وی مذاکرات اور اعلانات کے ذریعہ پوری قوم کو اس بات پر راضی کرلیا کہ سڑکوں پر احتجاج کی سیاست کی بجائے بہتر ہوگا اگر معاملات سپریم کورٹ کو فیصلہ کے لئے دے دیے جائیں اور اعلیٰ عدالت جو فیصلہ کرے اسے سب قبول کرلیں۔ ان کوششوں کی وجہ سے ایسا ہی ہوا اور ملک میں امن کی فضا قائم ہوگئی۔ محترمی وہاب آدم صاحب کا ملک غانا کے امن کیلئے بے لوث اور منصفانہ کردار بہت ہی قابل احترام سمجھا جاتا ہے۔ ایک دفعہ موجودہ صدر کی طرف سے منعقدہ ایک تقریب میں محترمی وہاب صاحب بے ہوش ہو کر گر گئے۔ صدر مملکت کے خصوصی احکامات اور انتظامات کے تحت انہیں فوری طور پر ملٹری ہسپتال پہنچایا گیا اور ہسپتال میں قیام کے دوران صدر مملکت خود انکی عیادت کے لئے گئے۔

سال 2013 کے اوائل میں خاکسار جب اے ایم ایس کی ٹیم کے ہمراہ غانا گیا تو علم ہوا کہ محترمی وہاب آدم صاحب کی طبیعت خاصی ناساز ہے۔ بتانے لگے کہ پیٹ میں درد ہوتا ہے اور بعض اوقات اس درد کی وجہ سے اپنے آپ کو بالکل بے بس سا محسوس کرتے ہیں۔ اکیڈمی کے ڈائریکٹر محترمی ڈاکٹر مظفر باجوہ اور ساتھ جانے والے گوئٹے یونیورسٹی فرانکفرٹ کے پروفیسرز نے مشورہ دیا کہ محترمی وہاب آدم صاحب جرمنی آجائیں تاکہ انکا ماڈرن ٹیکنالوجی کی حامل مشینوں سے چیک اپ کرا لیا جائے۔ کچھ عرصہ بعد محترمی وہاب آدم صاحب جرمنی تشریف لے آئے۔ جماعت کے اس گرانقدر وجود اور ملک غانا کے سفیر امن کی جرمنی میں موجودگی کے دوران خاکسار کو ان کے معاملات کو کوآرڈینیٹ کرنے کی سعادت ملتی رہی۔ بنیادی چیک اپ کے لئے جرمنی کے انتہائی مخلص احمدی ڈاکٹر محترمی عمر حمید صاحب نے بڑی ہی محبت اور اخلاص کے ساتھ اپنے کلینک میں انکا تفصیلی چیک اپ کیا۔ تاہم رزلٹ دیکھنے کے بعد ڈاکٹر مظفر باجوہ اور ڈاکٹر عمر حمید دونوں ہی پریشان نظر آنے لگے۔ ڈسکشن کے بعد فیصلہ ہوا کہ انکو اسپیشلسٹ کلینک بھجوا کر مزید چیک اپ کرایا جائے۔ ڈاکٹر عمر حمید نے اسپیشلسٹ کلینک سے خود ہی تمام تفصیلات طے کر کے خاکسار کو کہا کہ محترمی وہاب صاحب کو وہاں لے جاؤں۔ اس کلینک میں محترمی وہاب صاحب کا ماڈرن مشینوں کی مدد سے تفصیل کے ساتھ دوبارہ چیک اپ کیا گیا۔ رزلٹ آنے پر ڈاکٹر نے ان کو بلا کر خاکسار کی موجودگی میں بتایا کہ انہیں لبلبہ کا کینسر ہے۔ اس مرض کا علاج نہیں ہے اور جس سٹیج پر انکا مرض ہے اسمیں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ مزید زندہ رہنے کا امکان ہے۔ ڈاکٹر کی یہ بات سن کر محترمی وہاب صاحب ہنس کر کہنے لگے میرا ایک خدا ہے اور اسکے علاوہ میرا ایک خلیفۃ اللہ بھی ہے جو میرے لئے دعائیں کرتا ہے۔ اگر اللہ کی مرضی میری وفات میں ہے تو میں اس پر بھی راضی ہوں۔ ڈاکٹر انکے توکل علی اللہ، اطمینان قلب اور دعا پر یقین کے بارے میں سن کر حیران ہوگیا۔ چیک اپ کے بعد وہ مزید چند دن جرمنی میں رہے۔ دوسری جگہوں کے ساتھ ساتھ جامعہ احمدیہ جرمنی بھی دیکھنے گئے۔ پرنسپل مکرم شمشاد احمد قمر صاحب نے بہت خاطر تواضع کی اور جامعہ کا تفصیلی دورہ کرایا۔ اپنی جان لیوا بیماری کے بارے میں جاننے کے باوجود اپنے بقیہ قیام جرمنی کے دوران انہوں نے کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا اور ہر ملنے والے کے ساتھ اسی خندہ پیشانی اور پرمزاح طبیعت کے ساتھ ملتے رہے۔ بعدازاں حضور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر لندن تشریف لے گئے۔ لندن میں قیام کے دوران بھی ایک مرتبہ خاکساران سے ملنے گیسٹ ہاؤس گیا۔ بڑی خوشی سے ملے اور بہت خاطر تواضع کی۔ لندن میں قیام کے دوران اکثر فون پر بات ہوجاتی۔ بتلانے لگے کہ حضور انور ایدہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت انکی اہلیہ کو بھی لندن بلانے کی اجازت دے دی ہے اور اب وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ خوش باش رہ رہے ہیں۔ 2014 کے ماہ فروری میں وہ واپس غانا تشریف لے گئے۔ متعدد بار فون پر بات ہوئی، تاہم وفات سے چند ہفتے قبل یہ رابطہ منقطع ہوگیا کہ بیماری شدت اختیار کرگئی تھی اور پھر جماعت احمدیہ اور ملک غانا کا یہ مخلص اور قابل قدر وجود اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جماعت احمدیہ کے علاوہ پورا ملک غانا اپنے اس قیمتی وجود اور سفیر امن کی وفات پر رنجیدہ اور غمگین ہے۔ غانا میں عام آدمی سے لے کر بڑے سے بڑا عہدیدار بھی اشک بار ہے۔ اے جانے والے دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی رحمت اور مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے، اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے اور تیرے درجات بلند سے بلندتر فرماتا رہے۔ آمین۔

(زبیر خلیل خان کروشیا)

ذروں کی کہانی - آصف کی زبانی

شاگرد اُستاد سے بھی آگے (آصف علی پرویز)

دوست: آپ پچھلی ملاقات میں پال میتھوز کی تحقیق کے بارے میں بات کررہے تھے۔ پھران کی اور عبدالسلام صاحب کی بات کہاں تک پہنچی؟

آصف: پال میتھیوز نے بتایا کہ اس نے اس میدان کے کچھ ابتدائی مسائل حل کر لئے ہیں۔ لیکن ایک بہت بڑا مسئلہ باقی ہے جس پر اس نے ڈیڑھ برس کام کیا ہے اور وہ اسے صرف دوسرے درجے تک ہی پہنچا سکا ہے۔ **دوست:** یہ ''بڑا مسئلہ'' کیا تھا؟

آصف: دیکھ لیں اب آپ مجھے چھیڑ چھیڑ کر پیچیدہ سوال کر رہے ہیں! مسئلہ یہ تھا کہ کیا ذروں کو ہر آرڈر میں نارملائز (Normalise) کیا جاسکتا ہے؟ پال میتھیوز اسے صرف دوسرے درجہ تک پہنچا سکا تھا۔

دوست: یہ بات بالکل مجھے سمجھ نہیں آئی! کچھ تو وضاحت کریں۔

آصف: دراصل یہ ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے اور مجھے اس کی وضاحت کیلئے ریاضی کا سہارا لینا ہوگا جو آپ کیلئے اور اکثر المنار کے قارئین کیلئے سمجھنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا۔ اس لئے میں اہل علم سے یہی کہوں گا کہ وہ خود بھی اس موضوع پر مختلف کتب اور انٹرنیٹ پر جا کر پڑھیں۔

دوست: کوئی مثال دیکر ہی اس موضوع کی کچھ تو وضاحت کریں؟

آصف: اگرچہ یہ مثال پوری طرح تو شاید فٹ نہ ہو سکے۔ لیکن جیسے ہم کہتے ہیں کہ روحانیات کے بے شمار (Infinite) درجات ہیں اور ہر شخص اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ان درجات میں ترقیات حاصل کر سکتا ہے اور یقیناً انبیائے کرام اس کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔

دوست: چلیے! اب واپس عبدالسلام صاحب کی تحقیق کی بات کریں۔

آصف: پال میتھیوز نے آپ کو کہا کہ وہ چند ماہ کیلئے چھٹیوں پر جا رہا ہے اس لئے وہ یہ مسئلہ آپ کے لئے چھوڑے جاتا ہے۔ اگر آپ نے اس پر کچھ پیش رفت کی تو بہتر ورنہ وہ اس مسئلہ پر خود آ کر تحقیق کرے گا۔

دوست: یہ تو بہت بڑا چیلنج تھا جو پال میتھیوز نے آپ کو دیا۔ خود تو ڈیڑھ سال کی تحقیق میں صرف دوسرے درجہ تک جا سکا اور آپ کو یہ کہا کہ آپ چند ماہ میں اسے لامتناہی مقام تک لے کر جائیں!

آصف: عبدالسلام صاحب نے یہ چیلنج قبول کر لیا۔ اتفاق سے نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈائی سن انگلستان آئے تھے اور برمنگھم میں مقیم تھے۔ آپ نے ان سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں کل واپس امریکہ جا رہا ہوں۔ اسلئے آپ میرے جانے سے پہلے برمنگھم میں آ کر مل لیں۔

دوست: تو کیا آپ برمنگھم گئے؟

آصف: ایسی دعوت کو کون ٹھکرا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ برمنگھم گئے اور کافی دیر ان کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کی۔

دوست: تو کیا پروفیسر ڈائی سن نے آپ کو اس مسئلے کا حل بتا دیا؟

آصف: انہوں نے گفتگو میں یہ بتایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے لامتناہی مقام تک پہنچنا چاہئے لیکن میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ آج تک دنیا کے بہترین سائنس دان بھی یہ ثبوت مہیا نہیں کر سکے۔ دوران گفتگو انہوں نے کمزور طاقت کا بھی ذکر کیا کہ اس طاقت کا اس مسئلے سے گہرا تعلق ہے۔

دوست: کمزور طاقت (Week Force) کا تو آپ اپنے مضمون ''بنیادی طاقتیں'' شائع شدہ اگست 2013ء میں ذکر کر چکے ہیں۔

آصف: عبدالسلام صاحب نے پروفیسر ڈائسن سے رخصت ہونے کے بعد اس موضوع پر غور کرنا شروع کیا۔ آپ کو یہ بھی احساس تھا کہ پال میتھوز نے انہیں صرف چند ماہ ہی اس کی تحقیق کیلئے دیئے ہیں۔ کچھ ہفتوں کی تحقیق کے بعد ہی قدرت نے آپ کو سمجھا دیا کہ میزان (Meson) ذرہ کو ہر درجہ تک پہنچایا (Renormalise) جاسکتا ہے۔

دوست: یہ میزان (Meson) کیا ہے؟

آصف: آپ میں بھی یقیناً علمی پیاس کا مادہ پایا جاتا ہے۔ کاش آپ نے فزکس پڑھی ہوتی! میزان (Meson) ذرہ کوارک (Quark) اور کوارک کے جوڑے (Anti Quark) سے مل کر (کوارک کیلئے دیکھئے المنار دسمبر 13) بنتا ہے۔ تمام میزان ذروں کی عمر انتہائی تھوڑی ہے یعنی سیکنڈ کے کھربویں حصہ کے برابر۔ ان ذرات کی کئی قسمیں ہیں جن میں بعض پر مثبت بجلی ہوتی ہے اور بعض پر منفی اسی طرح بعض دائیں سے بائیں گھومتے ہیں اور بعض اس کے الٹ۔ دلچسپ بات یہ کہ ہر میزان ذرے کا ایک الٹ یعنی (Anti Meson) بھی ہوتا ہے۔

دوست: باتوں ہی باتوں میں ایک اور ذرے کا بھی آپ نے ذکر کر دیا۔ اس کیلئے بہت بہت شکریہ۔

آصف: ہمارے ساتھ بیٹھیں گے تو ذروں کی ہی باتیں ہوں گی! خیر عبدالسلام صاحب نے اپنا تحقیقی کام مکمل کر لیا۔ جب آپ نے یہ مقالہ اپنے نگران پروفیسر کیمر کو دکھایا تو وہ اسے سمجھ ہی نہ سکے۔ چنانچہ آپ کا مقالہ امریکہ میں پروفیسر ڈائسن کو بھجوایا گیا۔

دوست: یوں لگتا ہے کہ عبدالسلام صاحب اپنے کام میں اپنے استاد سے بھی آگے نکل گئے!

آصف: بالکل ایسا ہی ہے بلکہ اپنے ایک خط میں انہوں نے کمال فیاضی سے اعتراف کیا کہ وہ عبدالسلام صاحب کو اپنا شاگرد نہیں بلکہ استاد مانتے ہیں۔ یہاں میں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کروں کہ جب آپ کیمبرج سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جانے لگے تو آپ نے پروفیسر کیمر سے درخواست کی کہ آپ مجھے ایک تعارفی خط (Letter of Recommendation) دیں تو پروفیسر کیمر نے جواب دیا کہ آپ پہلے مجھے یہ لکھ کر دیں کہ مجھے آپ کے ساتھ تحقیقی کام کرنے کا اعزاز ملا ہے!

دوست: یقیناً ایک قابل جوہری ہی ہیرے کی پہچان رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ایک دن عبدالسلام صاحب دنیائے سائنس کے افق پر ایک چمکتا ستارہ ہوں گے جس سے ساری سائنسی دنیا رہنمائی حاصل کرے گی۔

آصف: یقیناً ان کے بارے میں مزید گفتگو کسی اور محفل میں کریں گے۔ کیوں نہ واپس آپ کے مقالہ کی طرف چلیں۔

دوست: ضرور ضرور۔ کیا پروفیسر ڈائسن کو بھی آپ کا مقالہ پسند آیا؟

آصف: پروفیسر ڈائسن آپ کے کام کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ وہ کام جو دنیا کے بڑے بڑے ریاضی دان اور سائنس دان نہ کر سکے تھے وہ طالب علم عبدالسلام صاحب نے کر دکھایا۔

دوست: پھر کیا ہوا؟

آصف: پروفیسر ڈائسن اس وقت امریکہ کے پرنسٹن انسٹی ٹیوٹ برائے ایڈوانس سٹڈیز (Princetion Institute for Advance Studies) میں کام کر رہے تھے۔ اس ادارے کے سربراہ اس وقت رابرٹ اوپن ہائیمر (Robert Open Himer) تھے۔

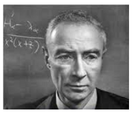

دوست: یہ صاحب کون ہیں؟

آصف: یہ وہ سائنس دان تھے جو امریکہ میں بنائے جانے والے پہلے ایٹم بم کے پراجیکٹ ڈائرکٹر (Project Director) تھے۔

دوست: گویا یہ بھی ایک بڑے سائنس دان تھے!

آصف: یقیناً۔ دونوں اصحاب نے عبد السلام صاحب کو اس ادارے کی فیلوشپ (Fellowship) عطا کی اور ساتھ ہی دعوت دی کہ وہ ایک سال تحقیق کیلئے امریکہ آ جائیں۔ **دوست:** تو کیا آپ گئے؟

آصف: یقیناً گئے۔ لیکن اس کی تفصیل اگلی ملاقات میں!